ڈاکٹر محمد ریاض
سنٹرل گورنمنٹ کالج - اسلام آباد

خواجہ رشید الدین فضل اللہ ہمدانی

خواجہ فضل اللہ بن ابوالخیر ہمدانی (متوفی ۷۱۸ھ) ایک بالغ نظر شخص تھے جنھوں نے متنوع موضوعات پر کتابیں لکھیں اور دوسروں سے بھی لکھوائیں ۔ وہ شاہی طبیب اور مقتدر وزیر تھے مگر ان کا جملہ اثاثہ علوم و فنون کی توسیع کی خاطر وقف رہا ۔

خواجہ فضل اللہ جو اپنے لقب "رشید الدین" کے ساتھ زیادہ معروف ہیں، حاذق طبیب تھے ۔ فنِ طبابت انھوں نے اپنے والد سے سیکھا اور اس میں غایت درجہ مہارت حاصل کی اور اس طرح آپ کو چنگیزی منگولوں کے دربار میں خاص مقام مل گیا تھا۔ سلطان غازان خاں پہلا منگول بادشاہ تھا جس نے دین اسلام قبول کیا ۔ اسی بادشاہ نے "تاریخ گزیدہ" مؤلفہ حمد اللہ مستوفی کے مطابق ۲۰ رجب ۶۹۷ھ کو سعید کو چک (خواجہ صدر الدین) کو عہدۂ وزارت سے برطرف کر دیا اور اسی تاریخ سے خواجہ رشید الدین فضل اللہ کو وزارت کے عہدے پر فائز کیا ۔ صاحب سمط العلیٰ کی روایت ہے کہ دیگر وزرا، سعید الدین محمد مستوفی ساوجی اور تاج الدین علی شاہ کے ساتھ خواجہ کے مراسم بے حد دوستانہ تھے مگر بعد میں مؤخر الذکر وزیر ہی خواجہ کا سخت مخالف نکلا اور انھیں قتل کروا کے دم لیا ۔

خواجہ رشید الدین غازان خاں کے بعد سلطان خدابندہ اولجایتو (۷۰۳ - ۷۱۶ھ) کے عہد اور سلطان ابوسعید منگولی (۷۱۶ - ۷۳۶ھ) کے ابتدائی دور میں وزارت کے عہدے پر فائز رہے اور اس طویل دور میں تصنیف و تالیف نیز راہنمایانہ سرگرمیوں کو جاری رکھا ۔ آپ کے کارناموں میں مدارس و رفاہی اداروں کا قیام علما و فضلا کی بے نظیر سرپرستی اور اوقات کی توسیع شامل ہے ۔ تبریز کے نواح میں "ربع رشیدی" کی تاسیس، جس کے کھنڈرات اب "رشیدیہ" کہلاتے ہیں، خواجہ رشید الدین کے ابتکارات میں سے ہے ۔ یہ وسیع علاقہ ہر طبقہ کے منتخب افراد کا

مرکز تھا اور اس کی پوری کیفیت کا مطالعہ اب بھی باعثِ استعجاب بنتا ہے۔

ربع رشیدی

"ربع رشیدی" دراصل موقوفات کا مقام تھا۔ خواجہ رشید الدین نے ذاتی اور سرکاری رقم کے خرچ کرنے پر یہاں کی اراضی خریدی اور لوگوں کے مختلف گروہ آباد کرنے کی خاطر جُداگانہ قطعاتِ زمین مخصوص کر لیے۔ محلہ صالحہ (کوچہ علما) محلہ معالجان (کوچہ اطبا)، قریہ گرجیان (کوچہ غلاماں وکنیزاں)، قریۂ رومیاں (محلہ خدام)، مدارس اور دارالعبادت سے جُداگانہ محلے تھے۔ قرّاء کے کوچے، خانقاہوں، دارالضیافہ، دارالمساکین اور دارالشفا کی موجودگی کا بھی ذکر ملتا ہے۔ مدرسین اور طالب علموں کی رہائش گاہیں ان سب پر مستزاد رہی ہیں۔

حاضرین کی خاطر بڑا عمدہ انتظام تھا۔ ہر مسافر تین دن تک قیام کر سکتا تھا۔ یہاں بستر اور چارپائیاں تک موجود رہتیں۔ مسافرین کے اثاثے کی حفاظت کی جاتی۔ مساکین جو ننگے پاؤں آتے، یا جن کے لباس پارینہ ہوتے، انھیں جوتے اور کپڑے مہیا کیے جاتے۔ خواجہ رشید الدین اچانک دورہ پر نکلتے، مسافروں کی خاطر تسہیلات کا معائنہ کرتے اور ضروری احکام صادر فرماتے۔ "ربع رشیدی" میں علاج معالجے کا بڑا عمدہ انتظام تھا۔ سوموار اور جمعرات کے دن دوائیں تقسیم کی جاتی تھیں۔ فوری توجہ کے قابل مریضوں کو ہر وقت معالجہ کی سہولتیں میسّر تھیں۔ خصوصی ہسپتال بھی موجود تھے۔ اطبّا میں مصر، شام، ہند اور چین کے لوگ شامل تھے، اور انھیں دعوت دے کر قابلِ ملاحظہ مشاہرے پر بُلایا جاتا تھا۔

ربع رشیدی کا "وقف نامہ رشیدی"[1] ہنوز دستیاب ہے۔ اس کے مطابق اس علاقے میں ۲۲۰ غلام اور ان کی بیویاں (کنیزیں) مختلف کاموں پر مامور تھیں۔ "ربع" میں باغات اور فصلوں کی نگہداشت، کاریزوں کے کام کرتے رہنے، روشنی (شمع اور قندیل کی صورت) کے انتظام اور وہاں کے باشندوں کے عام آرام و آسائش کے کام غلاموں اور کنیزوں کے سپرد تھے، البتہ ان غلاموں کی اولاد

---

[1] اس کے ۲۵۰ صفحے میں ملاحظہ ہو:

MEMORIAL VOLUME
DINSHAH IRANI, BOMBAY 1943
BY MAHMUD IRFAN.

بھی مدارس اور دیگر مقاماتِ اوقاف سے پورے پورے مستفید ہونے کے مجاز تھے اور اس طرح غلام اور آقا کے امتیازات کم سے کم تر ہوتے چلے گئے۔ "ربع رشیدی"، دارالسلطنت تبریز کا ایک وسیع رقبے پر مشتمل تھا۔ مؤرخین اس میں ۲۴ کارواں سرائے، ۱۵۰۰ دکانوں، ۳۰ ہزار گھروں اور متعدد باغات و حمامات کی موجودگی کا ذکر کرتے ہیں[۱] یہاں کئی ہزار طلبا پڑھتے تھے جن میں چھ ہزار غیر ملکی مدعوین بھی تھے۔ ان میں سے نادار طلبا تمام سہولتیں حاصل کیے رہتے تھے۔ مدارس کا نصاب بڑا متنوع تھا اور تغیر پذیر۔ خواجہ رشید الدین کی ایک جدت "علمائے سیار" کے مباحثات تھے۔ وہ جہاں جاتے، علما کا ایک گروہ ان کا رفیقِ سفر رہتا اور جہاں پڑاؤ ہوتا، ان علما اور مقامی فضلا میں مفید بحث و مباحثہ عمل میں آتا۔ خواجہ رشید الدین خود بھی ان بحثوں کو دیکھتے اور مشورے دیتے۔ خواجہ کی تمام دلچسپیاں "ربع رشیدی" کے انصرام و انسجام کی خاطر وقف تھیں۔ اس کے بعد انھوں نے ہمدان، بصرہ، اصفہان، یزد، مراغہ اور شیراز وغیرہ میں ایسے ہی "ربع" اور مراکزِ علم و دانش بنائے مگر ان کی حیثیت ثانوی ہی رہی اور خواجہ کے انتقال کے بعد ان کا شیرازہ جلد ہی منتشر ہو گیا۔

عاقبتِ کار

افسوس کہ خواجہ رشید الدین فضل اللہ جیسے مخیّر اور صاحبِ دل وزیر کا انجام اچھا نہ ہوا۔ حاسدوں کو ان کا اقتدار اور شہرت ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ تاج الدین علی شاہ خواجہ کے فرزندوں کے اقتدار کو بھی حسد سے دیکھتا تھا۔ اس نے ۱۳ سالہ منگول سلطان ابوسعید کو قائل کر لیا کہ سلطان خدابندہ اولجائیتو نے خواجہ رشید الدین کی غلط دوا دینے کے اثر سے وفات پائی ہے۔ اس طرح ناتجربہ کار سلطان نے خواجہ اور ان کے ۱۶ سالہ بیٹے خواجہ ابراہیم کو قتل کروا دینے کا حکم صادر کر دیا۔ خواجہ نے اپنا دفاع کیا مگر امیر جوپان اور تاج الدین علی شاہ نے سلطان ابوسعید کو اس قدر بدگمان کر دیا کہ دفاع بے نتیجہ رہا۔ آخر ۱۷ جمادی الاولیٰ ۷۱۸ھ کو پہلے خواجہ ابراہیم کا سر قلم کیا گیا، پھر خواجہ رشید الدین کے جسم کے دو ٹکڑے کیے گئے اور ان کی لاش کو "ربع رشیدی" میں دفن کیا گیا۔ مولانا جلال الدین عشقی، خواجہ رشید الدین

---

[۱] ایضاً: وقف نامہ

کے معاصر شاعر تھے۔ موصوف کی تاریخ قتل کو انھوں نے یوں نظم فرمایا :

رشید ملت و دین چوں برفت ازین عالم
نوشت منشی تاریخ او کہ "طاب ثراہ"
۷۱۸ھ

خواجہ رشید الدین کو قتل کروانے کے بعد مخالفین نے ان کی مخیرتیہ یادگاریں اور تصانیف بھی صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالنے کی کوشش کی۔ "ربع رشیدی" کو منہدم کر دیا گیا۔ اور خواجہ کی تصانیف کے مخطوطات جلا ڈالے گئے۔ مگر چونکہ مخطوطات قلمرو منگولی سے باہر بھی پہنچ چکے تھے، اسی خاطر یہ صفحۂ ہستی سے مٹ نہ سکے۔ ۷۲۵ھ میں سلطان ابوسعید کو احساس ہوا کہ خواجہ رشید الدین کا قتل ایک صریح غلط فہمی اور مخالفین کی دسیسہ کاری کی بنا پر ہوا ہے۔ سلطان نے خواجہ کے اہل خاندان سے معذرت کی، اور مرحوم کے فرزند خواجہ غیاث الدین کو قلمدان وزارت سونپا۔ خواجہ غیاث الدین نے "ربع رشیدی" کو دوبارہ تعمیر کروایا اور متعدد خیریہ امور انجام دیے۔ گیارہ سالہ دور وزارت کے بعد آپ بھی جب قتل ہوئے۔ (۱۱ رمضان ۷۳۶ھ) تو "ربع رشیدی" میں خواجہ رشید الدین کے علم پروانہ ماحول کی موجودگی کا احساس ہوتا تھا۔ خواجہ غیاث الدین کی دانش پسندی کئی معروف کتابوں کے ان کے نام کے ساتھ انتساب سے بھی ہویدا ہوتی ہے۔ مثلاً مواقف، شرح شمسیہ، تاریخ گزیدہ، مثنوی جام جم اور سلمان ساوجی کے قصائد۔ خواجہ غیاث الدین کے انتقال کے بعد "ربع رشیدی" پھر بے توجہی اور بغض و عناد کا شکار رہی۔ اس کے باوجود صفویہ دور تک (دسویں صدی ہجری) یہاں کے مراکز مشہور تھے۔ شاہ عباس کبیر، اور سلطان عثمانی کی ایک جنگ اس مقام پر ہوئی اور اس سے عمارات کو نقصان پہنچا۔ پھر منطقہ تبریز میں متعدد زلزلے آتے رہے۔ ان سے یہاں کے آثار منہدم ہو کر مٹتے رہے اور اب صرف نشانات باقی ہیں۔

تصانیف رشیدیہ

خواجہ رشید الدین فضل اللہ نے بظاہر ۵۲ کتابیں لکھی ہیں۔ اب ان میں سے مندرجہ ذیل کتابیں دستیاب اور متداول ہیں :

۱۔ بیان الحقایق : مختلف دینی موضوعات پر ۱۷ رسالوں کا مجموعہ ہے۔

۲۔ توضیحات رشیدیہ ۱۹ رسالوں کا مجموعہ ہے اور ہر رسالہ قرآن مجید کی ایک آخری سورت

کی تفسیر پر مشتمل ہے (از سورہ ۹۶ تا آخر)۔

۳۔ کتاب سلطانی : دینی مباحث اور بادشاہوں کی خاطر پند و موعظت پر مشتمل ہے۔

۴۔ مفتاح التفاسیر : تفاسیر قرآن مجید کے مطالعے اور مختلف کلامی مباحث پر غور و خوض کرنے کی آئینہ دار ہے۔ خیر و شر، جبر و قدر، حشر و تناسخ، استعداد و بے استعدادی اور سعادت و شقاوت اس کتاب کے خاص موضوعات ہیں۔

۵۔ جامع التصانیف رشیدی : اس میں خواجہ کے متعدد رسائل جمع ہیں۔

۶۔ المجموعۃ الرشیدیہ : اسے جامع التصانیف رشیدی سے جداگانہ جاننا چاہیے۔ یہ کتاب اس دور کے علوم و فنون کا دائرۃ المعارف ہے جس میں جملہ انسانی علوم (اسلامی وغیر اسلامی) کے بارے میں معلومات یکجا ہیں۔ اسے کئی مؤلفین نے لکھا ہوگا اور خواجہ رشید الدین اس کے بظاہر جامع اور مؤلف ہیں : تفسیر، حدیث، تاریخ اسلام، تاریخ عالم، جغرافیہ، علم طب اور علوم طبیعی کی متعدد شقوں کے بارے میں مختلف علما نے لکھا ہے مگر لکھنے والوں کے نام نامعلوم ہیں۔

۷۔ الآثار و الاحیا : ۲۴ جلدوں میں بتائی جاتی ہے اور اس کے مواضیع نمبر ۶ کی مانند ہیں۔

۸۔ جامع التواریخ : یہی کتاب خواجہ رشید الدین کی بین الاقوامی طور پر ابدی شہرت کا ضامن ہے۔ یہ کتاب انھیں پہلا عالمی مؤرخ ثابت کرتی ہے۔ مقدمے میں کتاب تین جلدوں میں لکھے جانے کا ذکر ملتا ہے مگر بظاہر پہلی دو جلدیں ہی مکمل ہو سکی ہیں۔ (تیسری جلد اگر لکھی جاتی تو عالمی جغرافیے کے بارے میں ہوتی) اور ان کی کیفیت یوں ہے : جلد اول : تاریخ مغول ہے۔ اسے تاریخ غازان بھی کہتے ہیں۔ یہ جلد دو ابواب پر مشتمل ہے - عہد غازان خان اور عہد اولجائیتو۔ یہ باب ضمناً مغلوں (منگولوں) کے بارے میں ضروری معلومات کا خزانہ ہیں، جلد دوم : تاریخ اقوام عالم ہے۔ تخلیق آدمؑ سے لے کر مؤلف کے دور تک تاریخی روایات کا ایک زبدہ اس میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ تاریخ انبیاؑ، تاریخ اسلام تا عہد مؤلف، اقوام مشرق و مغرب کی تاریخ یورپ، افریقہ، ہند اور چین وغیرہ کے بارے میں اتنی معلومات کسی معاصر کتاب میں نہیں ملتی ہیں۔ اور اسی خاطر یہ ایک بین الاقوامی تاریخ ہے۔

«جامع التواریخ» ابھی تماماً شائع نہیں ہو سکی۔ البتہ اس کے مختلف اجزا ایران اور دیگر ممالک

میں شائع ہوتے رہے ہیں[1]۔ جامع التواریخ ۷۱۰ھ میں مکمل ہوئی اور بظاہر اس تصنیف میں بھی خواجہ رشید الدین نے مختلف فحول علما سے مدد لی ہوگی مگر اس کے جامع وہ خود ہیں۔

خواجہ رشید الدین اپنی تصانیف کو بڑے اہتمام کے ساتھ اعلیٰ درجے کے خطاطوں کے ہاتھوں اور عمدہ کاغذ پر لکھواتے تھے۔ انھوں نے اپنی فارسی کتابوں کو عربی میں اور عربی کتابوں کو فارسی میں ترجمہ کروا رکھا تھا۔ اور ہر سال جملہ کتابوں کے مخطوطات تیار کروا لیتے اور انھیں دیگر ممالک میں بھجواتے۔ "ربع رشیدی" کے کتب خانے میں انھوں نے بے حد نفیس کتابیں جمع کر رکھی تھیں۔ دو ہزار قرآن مجید بخطِ نفیس موجود تھے، اور دیگر اعلیٰ درجے کی خطاطانہ تحریریں یہاں ان کی تصانیف مقابلے اور مقائسے کی خاطر موجود رہتیں اور ان کی رُو سے کُتّاب مزید مخطوطات تیار کرتے تھے۔ صاحب تاریخ وصاف[2] کی روایت کے مطابق، جامع التصانیف رشیدی کے ایک مخطوطے کو لکھوانے پر خواجہ موصوف نے ۶۰ ہزار دینار صرف کیے تھے۔ اس نفیس مخطوطے کے متفرق اجزا ایران کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

خواجہ رشید الدین فضل اللہ اور ان کے فرزند خواجہ غیاث الدین کے بارے میں ہم نے جستہ جستہ اشارے دیے ہیں۔ ان کی علم دوستی کے بارے میں ہم دسویں صدی ہجری کے ایک مؤلف حافظ حسین الکربلائی تبریزی (م ۹۹۷ھ) کے تاثرات و آرا کو نقل کر رہے ہیں۔ وہ تبریز اور اس کے نواح کے مزاراتِ مشاہیر کا ذکر کرتے ہوئے مرحومین کے مزارات واقع "ربع رشیدی" اور ان کی

---

[1] ہلاکو خان (پیرس ۱۸۳۶ء، تہران ۱۸۴۴ء، ۱۸۴۷ء، پیرس ۱۹۵۷ء)، تاریخ طبرستان و گیلان (ماسکو ۱۸۵۸ء)، تاریخ ترک و مغول (ماسکو ۱۸۸۸ء)، اکتاقاآن تا تیمور قاآن (لندن ۱۹۱۱ء، تہران ۱۳۱۲ھ ش)، تاریخ اجتماعی مغول (تہران ۱۳۳۶ھ ش)، تاریخ مبارک غازانی (ویینہ ۱۹۴۱ء، ہالینڈ ۱۹۵۲ء) تاریخ افرنگ (لیدن ۱۹۵۱ء، تہران ۱۳۳۸ھ ش)، تاریخ اسماعیلی و نزاریہا (تہران ۱۳۳۷، ۱۳۳۸ھ ش) اور تاریخ ہند مع عربی متن، لندن ۱۹۶۵ء) جامع التواریخ رشیدی کے مطبوعہ حصے ہیں۔

[2] تجزیۃ الامصار و تزجیۃ الاعصار (تاریخ وصاف از وصاف الحضرہ) ص ۵۳۹۔

خدمات کے بارے میں لکھتے ہیں :

"دو عالیجاہ، صاحب خیر، باسعادت اور شہید وزیروں، خواجہ رشید الدین فضل اللہ اور ان کے صاحبزادے خواجہ غیاث الدین محمد رحمۃ اللہ علیہما کے مزارات اس عمارت میں جو ان کے نام سے منسوب ہے موجود ہیں۔ یہ دونوں عالیجاہ بزرگ انصاف، مہربانی اور سخاوت کی صفات کے حامل تھے۔ انھوں نے دینی و ملکی امور کو بہتر سے بہتر صورت میں انجام دینے کی خاطر بڑی محنت کی ہے۔ علما، سادات اور صوفیہ ان کے دور میں بے حد محترم تھے اور روزمرہ کی احتیاجات سے بے نیاز۔ خواجہ رشید الدین پہلے اطبا میں شامل تھے۔ بعد میں سلطان محمود غازان . . . . کے عہد میں جب ۶۹۷ھ میں صدر جہاں خواجہ صدر الدین زنجانی سرکاری مال میں خرد برد کرنے کے الزام میں ماخوذ ہوا اور "یاسا"[1] کے تحت اس پہ مقدمہ چلا، تو خواجہ رشید الدین علما کے زمرہ میں شامل تھے۔ اس لیے ان کا زیادہ تعلق اس گروہ سے تھا اور اکثر مکاتیب علما ہی کے نام ہیں۔ علما کو آپ نے جو گرانقدر صلے دیے ان میں سے بعض ان کے منشآت[2] میں بھی مذکور ہیں۔ یہاں ہم ایک مثال کے طور پر اور بغرض تبرک ایک مکتوب نقل کر رہے ہیں جو خواجہ صدر الدین ترکہ اصفہانی کے نام لکھا گیا ہے۔ خواجہ ترکہ اپنے وقت کے سلطان العلما تھے۔ ان کے خاندان کے افراد مدتوں سے علم و فضل کے ضمن میں ممتاز رہے اور اب بھی ان کی علمی روایات میں کمی نہیں آئی۔ اس خط میں خواجہ رشید الدین، خواجہ ترکہ کی ان کے نام سے منسوب ایک کتاب کا ذکر کرتے اور اپنے صلۂ جزیل کو کتاب کے انتساب کے مقابلے میں ہیچ جانتے ہیں۔ خط کا متن ملاحظہ ہو :

"اللہ تعالیٰ نے اس بے مایہ کو اپنے فضل و کرم سے اقتدار بخشا اور یہ اس دور کے علما سے شناسا ہوا۔ علما و فضلا جو شموس انوار ہیں، اپنی تصانیف کو میرے نام معنون و منسوب فرما کر مجھے ان تصانیف کی ضیا پاشیوں سے مستنیر فرما رہے ہیں۔ آپ نے کنوز الاشباح فی معرفۃ الارواح میرے نام منسوب کر کے اس حقیر و گمنام کو عزت اور شہرت ابدی سے نوازا ہے کہ :

---

[1] چنگیزی قوانین کا مجموعہ: دیکھیے سبک شناسی از ملک الشعرا بہار جلد دوم۔

[2] مکاتیبِ رشیدی کو ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم نے شائع کروایا تھا، لاہور ۱۹۴۷ء

زاشعارِ "انوری" کہ ماندہ است یادگار نام تکنینیان و نشان اتابکال !

چند سکے، گوہرِ نایاب کا مقابلہ کس طرح کریں: المال یغنی والاسم یبقی۔ اس کے باوجود آپ کی اس کتاب اور اشاب کا کسی قدر جواب دینا ہی ہے :

آفتابی است کمال تو کہ ہست عالم از طلعت او پر ز ضیاء

نسبت جود من و ہمتِ تو صفتِ قطرہ بود با دریا !

ذیل کے حقیر ہدایا ارسالِ خدمت ہیں : بیس ہزار اشرفی اتین مزین گھوڑے، پوستین اور چھ جوڑے پارچہ[۱] ۔۔۔۔ اور پانصد خروار غلہ۔ امید ہے کہ آپ اپنے الطافِ عمیم سے کام لیتے ہوئے ان حقیر ہدایا کو قبول فرمائیں گے اور راقم کی معذرت قبول کریں گے۔ خدا آپ جیسے علما کا سایہ ہمارے سر پر تادیر باقی رکھے۔۔۔۔" (ترجمہ)

آخر میں پہلے اس امر کی طرف اشارہ کر دیں کہ متعدد ایرانی محققین نے خواجہ رشید الدین کے بارے میں تحقیقات کی ہیں۔ اور اگر عباس اقبال آشتیانی[۲] محمد تقی بہار ملک الشعرا[۳] استاد جلال الدین ہمائی اصفہانی[۴] مجتبیٰ مینوی[۵] ڈاکٹر محمد جعفر محجوب[۶] علامہ میرزا محمد قزوینی[۷] ایرج افشار[۸] شہنا ز اعلامی[۹] مہدی بہرامی[۱۰] حسین نخجوانی[۱۱] میرزا جعفر[۱۲] سلطان القرآنی، ڈاکٹر محمود بر سیاقی[۱۳] اور منوچہر مرتضٰی وغیرہم

---

[۱] یہاں کپڑوں کی اقسام درج ہیں۔

[۲] ماہنامہ یادگار تہران سال ۲ شمارہ ۳۔ اور تاریخ مغول مطبوعہ تہران۔

[۳] سبک شناسی جلد دوم اور ماہنامہ باختر تہران شمارہ ۱۰ سال ۱۲ ۱۳ ش۔

[۴] ماہنامہ مہر، تہران شمارہ ۱۰ سال ۱۳۱۲ ش۔

[۵] مجلہ دانشکدۂ ادبیاتِ تہران، ج ۳ اور ۷ سال ۱۳۳۲ ش، ۱۳۳۵ ش۔

[۶] ماہنامہ کاوش تہران جلد ۱، شمارہ ۲۔

[۷] یادداشت ہائے قزوینی مرتبہ ایرج افشار۔

[۸] ماہنامہ راہنمائے کتاب سال ۱۳۳۷ ش۔

[۹] ماہنامہ وحید، ج ۲، شمارہ ۴۔

کے مقالات دیکھے جائیں، تو خواجہ موصوف کی متنوع شخصیت سامنے آتی ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ گذشتہ سال ایران میں جشنِ خواجہ رشید الدین کا انعقاد ہوا۔ اس جشن میں ایرانیوں نے تعہد کیا ہے کہ وہ خواجہ کی جملہ تصانیف چھپوائیں گے۔ یہ بین الاقوامی تقریب دنیا بھر کے مستشرقین[۱۵] اور ایران شناسوں کو قریب لے آئی اور خواجہ کے بارے میں مقالے پڑھے گئے ہیں۔ اس طرح یہ امید ہونے لگی کہ خواجہ رشید الدین کی حیات، تصانیف اور خدمات کے بارے میں تحقیقات کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

---

[۱۰] ماہنامہ یادگار ج ۲، سال ۴ ۱۳۲ش۔

[۱۱] چہل مقالہ تبریز ۔ ۱۳۴۳ش۔

[۱۲] ماہنامہ مہر، شمارہ ۸، سال ۱۳۳۱ش۔

[۱۳] تاریخ رفیقان و اسماعیلیان الموت، تہران ۔ ۱۳۳۷ش

[۱۴] نشریہ دانشکدہ ادبیات تبریز شمارہ ۶، سال ۱۳۳۳ش

[۱۵] ملاحظہ ہو:

معارف الحدیث

(مولانا محمد جعفر پھلواروی)

"معرفۃ علوم الحدیث" فنِ حدیث میں ایک بڑی گراں قدر تصنیف تسلیم کی گئی ہے اس کے مصنف امام ابو عبید اللہ الحاکم نیساپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں ۔ اس میں احادیث کی قسمیں راویانِ احادیث کے مراتب اور ان کے حالات۔ نیز اس سلسلے کی دوسری معلومات سب آ گئی ہیں۔ معارف الحدیث اس کا شگفتہ اور رواں ترجمہ ہے۔

صفحات : ۳۸۸ قیمت : ۹ روپے

ملنے کا پتہ

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور